(۱۹)

خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرو

(فرمودہ ۱۲۔ جولائی ۱۹۲۹ء بمقام سرینگر۔ کشمیر)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے انعامات کا وارث ہو کر ظاہری لحاظ سے انسان پہلے سے زیادہ مشکلات میں مبتلاء ہو جاتا ہے اور اس نکتہ کے نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ حق سے محروم رہ جاتے ہیں اور منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ عام طور پر لوگ دعائیں کرتے ہیں تو اس رنگ میں کہ خدایا! ہمارے سب نقصوں کو دور کر دے اور ہمارے اندر خوبیاں پیدا کر دے اور قدرتی طور پر یہی بات کہنی بھی چاہئے کیونکہ جب تک بیماری دور نہ ہو صحت نہیں ہوسکتی۔ پس جب لوگ دعا کرتے ہیں تو پہلے عیب کے مٹ جانے کی اور پھر خوبی کے پیدا ہونے کی کرتے ہیں۔

لیکن سورۃ فاتحہ ہم اس کے خلاف بات پاتے ہیں۔ بظاہر پہلے کمالات کے حصول کی دعا ہے اور پھر یہ دعا ہے کہ ہم مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ یا ضَآلِّیۡنَ نہ ہو جائیں۔ حالانکہ عام قاعدہ کی رو سے یہ چاہئے تھا کہ دعا اس طرح ہوتی کہ ہم مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ اور ضَآلِّیۡنَ ہونے سے بچیں اور مُنۡعَمۡ عَلَیۡہِ گروہ میں داخل ہوں کیونکہ انعام بعد میں ہوسکتا ہے پہلے نقائص کا دور ہونا ضروری ہے۔

یوں بھی جب ہم دنیا کی باقی چیزوں پر غور کرتے ہیں تو یہی پاتے ہیں۔ انسان ہی کو لو پہلے بچہ ہوتا ہے پھر جوان ہو جاتا ہے پہلے کمزور حالت ہوتی ہے پھر طاقت آ جاتی ہے۔ مگر سورۃ فاتحہ میں اس عام قاعدہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ خدا تعالیٰ کا کلام تو اس کے فعل

کے مطابق ہونا چاہئے سو جاننا چاہئے کہ درحقیقت اس جگہ وہ ترتیب ہی مدنظر نہیں جو خیال کی گئی ہے۔ وہ کمزوریاں جن کے دور ہونے کے بعد ترقی ہوتی ہے ان کے لئے سورۃ فاتحہ میں دعا موجود ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ[1] میں استعانت کا جو ذکر ہے وہ انہی کمزوریوں کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے۔ اسی طرح رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں اور اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ[2] اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ[3] میں مخفی طور پر کمزوریوں کے دور ہونے کی دعا موجود ہے۔ پس جب عابد ان صفاتِ الٰہیہ کا ذکر کر کے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی دعا کرتا ہے اور ساتھ ہی کہتا ہے مولیٰ! تیری مدد اور نصرت کے بغیر مَیں ہرگز مقام عبودیت کو نہیں پہنچ سکتا تو اُس وقت گویا وہ ایسے مقام کو پہنچ گیا جس میں اس کے عیوب و نقائص دور ہو گئے۔ اور پھر اگلے مقام کے حصول کے لئے دعا کرتا ہے اور کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔[4] یعنی اے خدا! اب مجھے اپنے مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ بندوں میں شامل فرما لے۔

دنیا میں دو قسم کے غلام ہوتے ہیں۔ ایک کفش بردار جو ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہتے ہیں اور ترقی نہیں کرتے۔ دوم وہ جو مصاحبت کا رنگ اختیار کر کے ترقی کرتے ہیں۔ جیسے بادشاہ کے وزیر اور دربان دونوں غلام ہوتے ہیں۔ مگر ایک کی حیثیت بجز کفش بردار کے کچھ نہیں ہوتی۔ وہ اسی حالت میں رہتا ہے۔ اور دوسرا اُس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ بادشاہ اس کے پوچھے اور صلاح لئے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔

تو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دعا میں یہ بتایا ہے کہ اے ہمارے آقا! ہماری کمزوریوں کو دور فرما کر ہمیں ایسے مقام تک پہنچا دے کہ ہم تیرے مقرب بن جائیں۔ اور تُو ہماری مرضی کو اپنی رضا کے مطابق بنا دے۔ یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں سالک اپنے آقا کی مرضی کے ماتحت چلتا ہے اور آقا سالک کی مرضی کا لحاظ رکھتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کی دعا کی غرض کچھ اور ہے نہ کہ وہ جو بظاہر خیال کی جاتی ہے۔

مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ گروہ میں داخل ہونے کی دعا کے بعد عابد کہتا ہے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ یعنی اے آقا! مجھے مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور الضَّآلِّيْنَ ہونے سے بچانا۔ انسانی حالت بھی بعینہٖ یہی ہے پہلے بچہ ہونے کی حالت میں کمزور ہوتا ہے پھر جوان ہو کر

مضبوط ہو جاتا ہے اس مضبوطی اور ترقی کے بعد پھر وہ زمانہ آتا ہے کہ بوڑھا ہو کر کمزور ہو جاتا ہے حتیٰ کہ ہوش و حواس قائم نہیں رہتے۔ ایسے بڑھاپے سے بچنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے دعا سکھلائی ہے کہ اے اللہ! ایسا بڑھاپا نہ آئے جس میں نکما ہو جاؤں اور عقل ماری جائے۔[۵]

انسان کو جسمانی کمزوری دو طرح سے لاحق ہوتی ہے۔ اوّل طاقتوں کے غلط استعمال سے دوسرا بڑھاپے کی وجہ سے۔ ایسا ہی مُنْعَمْ عَلَیْہِ انسان بھی دو طرح سے روحانی نقصان اٹھاتا ہے (۱) مَغْضُوْبِ عَلَیْہ بن کر یعنی جن چیزوں پر اُسے حق نہیں اُن پر قبضہ جمانا شروع کرتا ہے اور اس طرح نقصان اُٹھاتا ہے۔ جیسے ایک غلام خلافِ مرضی اپنے مالک کی کچھ لے لے۔ مالک ایک چیز دے اور وہ دو لے لے۔ (۲) ضال بن کر یعنی مُنْعِم حقیقی تو چیز عطا کر دیتا ہے مگر مُنْعَمْ عَلَیْہ اسے بھول جاتا ہے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔

سورۃ فاتحہ میں جو دعا سکھلائی گئی اس کے ذریعہ دونوں قسم کے نقصانوں سے انسان بچ سکتا ہے اور یہی دو نقصان یا بالفاظِ دیگر گمراہیاں ہیں جو دنیا میں آتی ہیں۔ انبیاء کے ماننے والوں میں سے مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ لوگ اس طرح پیدا ہو جاتے ہیں کہ وہ خیال کر لیتے ہیں ہمارے لئے کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے بعد یہ خیال کر لیا کہ اب نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یا ضالّین پیدا ہو جاتے ہیں یعنی انہیں خدا کی طرف سے نعمت ملتی ہے مگر اس طرف توجہ نہیں کرتے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے کہ شریعت جو نعمت ہے اسے لعنت قرار دے دیا گیا۔

یہود باوجود مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ ہونے کے اپنے خیالات کے سخت پابند ہوتے ہیں۔ ایک مسلمان تو امورِ دین میں کوتاہی کر لے گا مگر یہودی نہیں کرے گا۔ ولائت جانے والے اکثر مسلمان جھٹکا کی دُکان سے گوشت لے کر استعمال کر لیں گے مگر یہودی جو وہاں رہتے ہیں وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے لیکن باوجود اس کے چونکہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے نبیوں کو ماننے کی ضرورت نہ سمجھی اس لئے مغضوب بن گئے۔ غرضیکہ دونوں قسم کی ناشکریاں کی جاتی ہیں۔ ایک اس طرح کہ کوئی چیز ملے اور اس سے زیادہ طلب کی جائے۔ دوسرے یہ کہ کوئی چیز ملے اور اس کی طرف توجہ نہ کی جائے پس سورۃ فاتحہ میں غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کی دعا ان ہی ناشکریوں سے محفوظ رہنے کے لئے سکھائی گئی ہے۔

اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ نعمت جو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے اسے لے کر ترقی کرنے کی کوشش کرے۔ زیادہ لینے کے لئے اسے چھوڑ نہ دے بلکہ اس کی قدر کرے لاپرواہی سے اسے نظر انداز کر کے بھول نہ جائے۔ مسلمانوں کے تنزل کے اسباب پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے یہی دو قسم کے اسباب ہیں کسی موقع پر تو یہ مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ بن کر ذلیل ہو گئے ہیں اور کہیں ضالّ ہو کر قعرِ مذلّت میں گر گئے۔ مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ کی مثال خوارج ہیں جو انہیں حق نہیں دیا گیا تھا وہ انہوں نے لینا چاہا۔ ولایت ان کو نہیں دی گئی تھی مگر وہ اسے اپنے قبضہ میں سمجھتے تھے۔ اور ضَالِّیْن ہونے کی مثال سُنّی لوگ ہیں خلافت کو مانا مگر مشورہ جو اس کے لئے ضروری تھا وہ چھوڑ دیا۔ اس طرح جو نعمت خدا کی طرف سے انہیں ملی تھی اسے ترک کر دیا۔ صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کے زمانہ میں یہ دونوں باتیں قائم تھیں خلیفہ نسلاً بعد نسلٍ نہیں ہوتا تھا بلکہ انتخاب سے مقرر ہوتا تھا جو اہل الرائے اصحاب سے مشورہ لیتا اور بلا وجہ کسی مشورہ کو ردّ نہ کرتا تھا مسلمانوں کی رائے کا لحاظ رکھتا تھا بشرطیکہ وہ رائے امورِ دین کے خلاف نہ پڑتی ہو۔ غرض گمراہی کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں۔ (۱) کبھی تو ملتا ہے مگر زیادہ طلب کیا جاتا ہے۔ (۲) کبھی خدا دیتا ہے اور بندوں کی طرف سے لینے سے انکار کیا جاتا ہے۔ آج کل مسلمانوں میں عورتوں کے حقوق ادا نہیں کئے جاتے اس لحاظ سے مرد مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ اور عورتیں ضَالِّیْن ہیں۔ مرد اس لئے کہ جو حقوق خدا نے عورتوں کے رکھے ہیں وہ ادا نہیں کرتے اور عورتیں اس لئے کہ وہ اپنے حقوق بُھلا بیٹھی ہیں ان کا مطالبہ نہیں کرتیں۔ آنحضرت ﷺ کے وقت حقوق کا بہت خیال رکھا جاتا تھا ایک دفعہ حضور نے دودھ پیا۔ دائیں طرف ایک لڑکا بیٹھا تھا اور بائیں طرف حضرت ابوبکرؓ۔ چونکہ شریعت نے دائیں طرف والے کا حق مقدم رکھا ہے اس لئے آپ نے اُس لڑکے سے فرمایا حق تو تمہارا ہے اگر تم پسند کرو تو ابوبکرؓ کو دیدوں۔ لڑکے نے عرض کی اگر میرا حق ہے تو میں حضور کا تبرک نہیں چھوڑنا چاہتا۔ رسول کریم ﷺ مسکرائے اور دودھ کا پیالہ اُسے پکڑا دیا[۶] لڑکے نے دودھ کے لئے یہ نہیں کہا تھا بلکہ تبرک کے لئے کہا تھا۔ غرض اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ جو ملتی ہو اُس سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے اور جو نہ ملی ہوا سے ناجائز طریق سے لینے کی کوشش کی جائے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بڑے بھی ناراض ہو جائیں گے اور چھوٹے بھی۔ بڑے اس لئے کہ چھوٹے حق

سے زیادہ طلب کرتے ہیں اور چھوٹے اس لئے کہ بڑے ان کے حقوق ادا نہیں کرتے اس لئے درمیانی راہ اختیار کرنی چاہئے اور وہ یہی ہے کہ نہ حق سے زیادہ طلب کیا جائے اور نہ غیر کے حق کو روکا جائے۔ بالخصوص قومی حقوق کو تو ہرگز روکنا نہیں چاہئے۔ اس سے یہ میرا نہیں کہ فردی حقوق کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے بلکہ یہ میراد ہے کہ قومی حقوق کے ادا نہ کرنے سے بہت بڑا نقصان ہوتا ہے نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ آج مسلمانوں میں یہ دونوں قسم کے حقوق ادا نہیں کئے جاتے نہ قومی حقوق ادا ہوتے ہیں نہ فردی۔ تمام قسم کے جرائم مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں مگر پھر بھی وہ خیال کرتے ہیں کہ تمام عزتیں ان کا حق ہے اس لئے مَغْضُوْب عَلَيْهِمْ ہیں۔

دوم۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ جب ان کی حالت خراب ہو جائے گی اسلام کو چھوڑ دیں گے تو ایسے شخص کو مبعوث فرمائے گا جو ان کی اصلاح کرے گا اور ان کی حالت کو سنوارے گا مگر ان لوگوں نے اس نعمت کا بھی انکار کر دیا۔

اگر مسلمان اپنے حقوق کو سمجھتے' اپنے مقام کو سمجھتے تو مَغْضُوْب عَلَيْهِمْ نہ بنتے مگر نہ انہوں نے اپنے حقوق کو سمجھا اور نہ مقام کو جس کی وجہ سے گر گئے اور پھر جو خدا کی طرف سے علاج آیا اسے بھی قبول نہ کیا۔ اگر اس علاج ہی کو قبول کر لیتے تو بھی غضب کی حالت سے نکل کر مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ میں داخل ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مُسلموں اور غیر مُسلموں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ خدا کی دی ہوئی ہدایتوں پر عمل کریں اور مُنْعَمْ عَلَيْهِ گروہ میں داخل ہوں اور مَغْضُوْب عَلَيْهِمْ اور ضَآلِّيْن ہونے سے بچائے جائیں۔ آمین۔ (الفضل ۱۶۔ اگست ۱۹۲۹ء)

۱؎ الفاتحۃ: ۵　۲؎ الفاتحۃ: ۳　۳؎ الفاتحۃ: ۴

۴؎ الفاتحۃ: ۶، ۷

۵؎ بخاری کتاب الدعوات الاستعاذۃ من ارذل العمر و من فتنۃ الدنیا و من فتنۃ النار

۶؎ بخاری کتاب الاشربۃ باب ھل یستاذن الرجل من عن یمینہ فی الشرب لیعطی الاکبر